مقالہ:

نمبر ۴۸

قرآن کریم میں ترادف

(تیسری قسط)

ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی ——— عربی سے ترجمہ: محمد رضی الاسلام ندوی

قرآن میں خشوع صرف اللہ کے لیے بیان ہوا ہے، اسے اہلِ ایمان کی صفت یا حال بتایا گیا ہے جو صرف اسی دنیاوی زندگی کے ساتھ خاص ہے۔ ایسا تمام صریح آیات میں ہے اور اس میں کوئی استثناء نہیں:

الاسراء ۱۰۹: إذا یتلیٰ علیہم یخرّون سجّداً ویقولون سبحان ربنا إن کان وعد ربنا لمفعولاً، ویخرّون للأذقان یبکون ویزیدھم خشوعاً،

المؤمنون ۲: قد أفلح المؤمنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون

آل عمران ۱۹۹: خاشعین للہ لا یشترون بآیات اللہ ثمناً قلیلاً

الانبیاء ۹۰: إنھم کانوا یسارعون فی الخیرات، ویدعوننا رغباً و رھباً وکانوا لنا خاشعین"

بیانِ قرآنی میں خشوع کی نسبت جہاں مجرمین اور کفار کی طرف کی گئی ہے وہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا صدور ان کی طرف سے آخرت میں ہوگا جس سے ان کو ڈرایا دھمکایا ہے۔ جیسا کہ آیات کے صریح سیاق سے معلوم ہوتا ہے:

الغاشیۃ ۲: ھل أتاک حدیث الغاشیۃ، وجوہ یومئذ خاشعۃ، عاملۃ ناصبۃ، تصلی ناراً حامیۃ

النازعات ۹: قلوب یومئذ واجفۃ، أبصارھا خاشعۃ، یقولون أ إنا لمردودون فی الحافرۃ، أ إذا کنا عظاماً نخرۃ، تلک إذاً کرۃ خاسرۃ

المعارج ۴۴: فذرھم یخوضوا ویلعبوا حتی یلاقوا یومھم الذی یوعدون

يوم يخرجون من الأجداث سراعا كأنهم إلى نصب يوفضون خاشعة أبصارهم ترهقهم ذلة ذلك اليوم الذي كانوا يوعدون

الشوریٰ ۴۴: وترى الظالمين لما رأوا العذاب يقولون هل إلى مرد من سبيل وتراهم يعرضون عليها خاشعين من الذل

القمر ۷: فتول عنهم يوم يدع الداع إلى شيء نكر خشعا أبصارهم يخرجون من الأجداث كأنهم جراد منتشر

مجھے نہیں معلوم کہ مفسرین اور اہلِ بلاغت میں سے کسی کی توجہ اس پہلو کی طرف مبذول ہوئی ہو کہ خشوع کی نسبت دنیا میں اہلِ ایمان کی طرف ہے اور آخرت میں کافروں، مجرموں اور ظالموں کی طرف۔ میرے خیال میں اس کا بیانی راز یہ ہے کہ کفار کا خشوع اس دن کے آنے کے بعد ہوگا جس سے انھیں ڈرایا جاتا ہے۔ اس دن خوف، ڈر اور ذلت کی وجہ سے ان میں خشوع پیدا ہوگا۔ جبکہ اہلِ ایمان میں دنیا میں سچے ایمان، تقویٰ اور خشیتِ الٰہی کی بنا پر خشوع پیدا ہوتا ہے۔

سورۂ حشر کی آیت کے مطابق پہاڑ میں خشوع اس لیے نہیں پیدا ہوا کیونکہ اس پر قرآن نازل نہیں کیا گیا، ورنہ اگر اس پر قرآن نازل کر دیا جاتا تو تم دیکھتے کہ اللہ کی خشیت سے وہ شق ہو جاتا۔ یہ ایک مثال ہے جسے اللہ نے لوگوں کے لیے بیان کیا ہے تاکہ وہ غور کریں۔

جب بے جان و سخت جان پہاڑ اس قرآن کی جلالت کی وجہ سے خشیتِ الٰہی سے خاشع اور متصدع دکھائی دیتا ہے تو اس انسان کا کیا حال ہونا چاہیے جو حس و ادراک، شعور، قوتِ تمیز اور سننے اور دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟ لیکن انسان پر قرآن نازل ہونے کے باوجود وہ کم ہی اللہ کی خشیت سے خاشع دکھائی دیتا ہے جبکہ اگر قرآن پہاڑ پر نازل کر دیا جاتا تو وہ بھی حالتِ خشوع میں ہوتا۔

عقل کے انکار اور دل کی قساوت کی وجہ سے انسان کی نفسانیت کہیں زیادہ بے حس ہو جاتی ہے اور اس میں تاثیر اور عبرت پذیری کی صلاحیت بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کا دل پتھر سے زیادہ سخت اور پہاڑ سے زیادہ بے حس ہو جاتا ہے:

"وتلک الامثال نضربها للناس لعلهم یتفکرون" (الحشر۔۲۱)

زوج اور امرأة

قرآن کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آدم و حوا کا قصہ بیان کرتے ہوئے 'زوج' کا لفظ استعمال کرتا ہے [دیکھئے آیات: البقرہ ۳۵، الاعراف ۱۹، طٰہٰ ۱۱۷] جبکہ بعض مقامات پر 'امرأة' کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسے امرأة العزیز، امرأة نوح، امرأة لوط، امرأة فرعون۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں الفاظ میں سے ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو سکتا ہے اس لیے کہ دونوں قرآن میں استعمال ہوئے ہیں جیسے ہم زوج آدم کی جگہ 'امرأة آدم' اور امرأة العزیز کی جگہ زوج العزیز کہہ سکتے ہیں۔ لیکن قرآن کا معجزانہ بیان اس کا انکار کرتا ہے۔

اسی سے ہم پر دلالت کا راز آشکارا ہوتا ہے۔ آدم و حوا جو اس صفحۂ ہستی پر پہلے دو انسان ہیں۔ ان کے درمیان تعلق کا مناط 'زوجیت' ہے۔ آدم کی بیوی دوسری عورتوں کی طرح ایک عورت نہ تھیں۔ بلکہ صرف وہی ان کی بیوی تھیں۔ ان کا آدم سے تعلق اور وجود کا راز صرف اور صرف زوجیت تھا۔

ہم قرآن میں دونوں الفاظ کے استعمال کے سیاق میں تدبر کرتے ہیں تو دلالت کا راز آشکارا ہوتا ہے۔ لفظ 'زوج' اس جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں مناط 'زوجیت' ہو۔ حکمت اور ہم آہنگی کے اعتبار سے یا قانون اور حکم کے اعتبار سے۔

زوجیت کی نشانی (سکون، مودت اور رحمت) کے معنی میں اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے:
"ومن آیاتہ أن خلق لکم من أنفسکم أزواجا لتسکنوا إلیہا وجعل
بینکم مودۃ ورحمۃ" (الروم - ۲۱)
"والذین یقولون ربنا ھب لنا من أزواجنا وذریاتنا قرۃ أعین
واجعلنا للمتقین اماما" (الفرقان - ۷۴)
اسی طرح آخرت میں ملنے والی بیویوں کیلئے "ازواج" کا لفظ آیا ہے، دیکھئے
آیات: الواقعہ: ۷، البقرہ: ۲۵، آل عمران: ۱۵، النساء: ۵۷، الزخرف: ۷۰، یٰس: ۵۶
لیکن جب خیانت یا عقیدہ میں اختلاف کی وجہ سے زوجیت کی نشانی سکون
مودت، رحمت مفقود ہو جائے تو قرآن زوج کے بجائے "امرأۃ" کا لفظ استعمال
کرتا ہے۔
"امرأۃ العزیز تراود فتاھا عن نفسہ" (یوسف: ۳۰)
"امرأۃ نوح وامرأۃ لوط، کانتا تحت عبدین من عبادنا فخانتاھما
فلم یغنیا عنھما من اللہ شیئا" (التحریم)
"امرأۃ لوط" العنکبوت ۳۳، النمل ۵۷، الحجر ۶۰، الذاریات ۸۱،
الاعراف ۸۳
"امرأۃ فرعون" التحریم - ۱۱
فرعون کی بیوی کیلئے "امرأۃ" کا لفظ اس لیے آیا ہے کیونکہ دونوں کے
درمیان زوجیت کی نشانی مفقود تھی اس لیے کہ وہ مومن تھی اور فرعون کافر۔
انسان اور دوسری جاندار مخلوقات (حیوانات و نباتات) میں زوجیت
کی حکمت پر اگر تامل ہے۔ اسی سیاق میں مندرجہ ذیل آیات میں "زوجہم"

زوجین، ازواج کے الفاظ مذکر و مونث کیلئے استعمال ہوئے ہیں:
النساء-۱، ھود-۴۰، الشوریٰ ۱۱، یٰس ۳۶، الذاریات ۴۹،
النجم ۴۵، النساء ۸، ساتھ ہی دیکھئے مزید آیات:
المومنون ۲۷، الانعام ۱۴۳، الزمر ۶، الرعد ۳، لقمان ۱۰، الحج ۵، الشعراء ۷، لقمان ۱۰، ق ۷،

جب انسان میں زوجیت کی حکمت بانجھ پن یا بیوگی کی وجہ سے مفقود ہو جائے تو قرآن زوج کے بجائے امرأۃ کا لفظ استعمال کرتا ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام کی بیوی (حضرت سارہ) اور عمران کی بیوی کے بارے میں امرأۃ ہی کا لفظ آیا ہے۔ دیکھئے آیات: ھود ۷۱، الذاریات ۲۹، آل عمران ۳۵

حضرت زکریا اللہ تعالیٰ سے تضرع کرتے ہیں:

"وکانت امرأتی عاقرا فھب لی من لدنک ولیا" (مریم-۵)
"قال رب انی یکون لی غلام وقد بلغنی الکبر وامرأتی عاقر" (آل عمران ۴۰)

پھر رب اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور زوجیت کی حکمت ثابت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا:

فاستجبنا له ووھبنا له یحیٰی واصلحنا له زوجه" (الانبیاء-۹۰)

تشریع کی آیات میں احکام 'زوج' 'ازواج' سے اس وقت متعلق ہوتے ہیں جب زوجیت حقیقۃً یا حکماً قائم ہو جیسے میراث کے احکام میں اور ان عورتوں کی عدت میں جن کے "ازواج" وفات پا چکے ہیں (البقرہ-۲۳۴) لیکن جب طلاق یا ایلاء کی وجہ سے زوجیت کا تعلق منقطع ہو جائے تو احکام کا تعلق ازواج کے بجائے 'نساء' سے ہو جاتا ہے جیسے آیات: الطلاق ۱، البقرہ ۲۲۶

سورۃ بقرہ کی آیت ہے:

"فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره" (البقرہ-۲۳۰)

اس کا تقاضا ہے کہ طلاق بائن پانے والی عورت اور محلل کے درمیان زوجیت قائم ہو اور محض نکاح کی ظاہری کارروائی ہو جانے سے طلاق دینے والے شوہر کی طرف اس کی دوبارہ واپسی جائز نہ ہو۔

سورۂ مجادلہ میں ظہار کی آیت ہے:

"قد سمع الله قول التی تجادلك فی زوجها وتشتكی إلى الله" (المجادلہ-۱)

اس آیت میں "زوج" کا لفظ اس لیے آیا ہے کیونکہ زوجیت قائم ہے اور آیت "والذین یظاهرون من نسائهم" میں "نساء" کا لفظ اس لیے آیا ہے کیونکہ ان لوگوں نے ظہار کے ذریعے زوجیت کو معطل کر دیا ہے۔

کیا دو مختلف صیغوں کے الفاظ کے ایک معنی ہو سکتے ہیں؟

عربی زبان کے محققین نے صرف انھیں الفاظ میں ترادف کا انکار نہیں کیا ہے جن کے حروف اور مادے مختلف ہوں۔ بلکہ ان کے الفاظ کے بھی مترادف ہونے کا انکار کیا ہے جن کے مادے اور حروف یکساں ہوں لیکن ان کے صیغے اور وضع مختلف ہوں۔ الا یہ کہ ان کا استعمال دو لغتوں میں ہو حتیٰ کہ یہ بھی جائز نہیں کہ دو الفاظ میں حرکتوں میں اختلاف ہو اور ان کا معنی ایک ہو۔

ابو ہلال نے اس سلسلہ میں مبالغہ کے صیغوں کی مثال دی ہے کہتے ہیں:

"جب آدمی میں جب کام کرنے کی صلاحیت بالقوی موجود ہو تو "فعول" کہتے ہیں جیسے صبور، شکور، اور جب وہ وقت بوقت کام کرے تو "فعّال" کہتے ہیں جیسے علّام ستّار اور جب مسلسل کام کرنا اس کی عادت ہو جائے تو "مفعال" کہتے ہیں جیسے معطان معطاء، جو شخص معانی کے اس اختلاف کو نہیں سمجھتا وہ گمان کرتا ہے کہ تمام صیغوں

ے صیغہ مبالغہ کا فائدہ حاصل ہوتا ہے الا یہ کہ بات صرف اتنی نہیں ہے بلکہ
لا صیغے کے ساتھ ساتھ مذکورہ معانی بھی حاصل ہوتے ہیں۔

اسی طرح تمام کلام میں فعلت اور افعلت کے وزن پر آنے والے الفاظ
ر معانی میں فرق ہوتا ہے الا یہ کہ دونوں الگ الگ لغت میں ہوں جیسے سقیت
لرجل کے معنی ہیں "تم نے آدمی کو پینے والی کوئی چیز دی یا اس کے حلق میں
ال دی" اور اسقیت الرجل کا مطلب یہ ہے کہ "تم نے اس کیلئے پانی کا ایک
ستہ خاص کر دیا" اسی طرح شرقت الشمس کا مطلب ہے کہ سورج طلوع
ا (غروب کی ضد) اور اشرقت الشمس کا یہ مطلب ہے کہ سورج روشنی
لا ہو گیا رہا بعض اہل لغت کا یہ قول کہ الشَعَر اور الشَعْر اور النَهَر اور النَهْر
یک معنی میں ہے تو درحقیقت یہ دو لغتیں ہیں۔ جب حرکتوں کے اختلاف سے
انی کا اختلاف لازم آتا ہے۔ تو خود معانی کے اختلاف سے ایسا ہونا زیادہ
رین صواب ہے" [۵]

عربی زبان کی عظیم کتاب ـــ قرآن کریم ـــ ہم پر یہ دقیق نکتہ واضح کرتی ہے کہ
الفاظ ایک مادہ سے ہوں لیکن ان کی حرکتوں یا صیغوں میں اختلاف ہو۔ ان
دلالتوں میں فرق ہو جاتا ہے۔ اس کی کچھ مثالیں ذیل کی سطور میں بیان کی
ا رہی ہیں۔

اَشْتات اور شَتّٰی:

دونوں کا مادہ ایک ہے۔ الشت اور الشتات لغت میں تفرق و

۵۔ ابو ہلال العسکری: الفروق اللغویہ ص ۱۲-۱۳

اختلاف کے معنی دیتے ہیں۔ یہ مادہ قرآن میں پانچ جگہ آیا ہے۔ تین جگہ شتی کے صیغہ میں ذیل کی آیات میں:

طٰہٰ ۵۳: وأنزل من السماء ماءً فأخرجنا به أزواجاً من نباتٍ شتّى

الليل ۴: إنّ سعيكم لشتّى

الحشر ۱۴: تحسبهم جميعاً وقلوبهم شتّى

ان آیات کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معنی اختلاف کے ہیں جو ائتلاف (اتحاد) کی ضد ہے۔ جبکہ مندرجہ ذیل دو آیتوں میں 'أشتات' کے صیغے میں آیا ہے جس کا معنی سباق کی رو سے تفریق و انتشار (الگ رہنا) ہے۔ جو 'تجمّع' کی ضد ہے۔

الزلزلة ۶: يومئذٍ يصدر الناس أشتاتاً ليروا أعمالهم

النور ۶۱: ليس عليكم جناح أن تأكلوا جميعاً أو أشتاتاً

الإنس اور الإنسان:

دونوں کا مادہ ایک ہے جو توحش کی ضد ہے۔ لیکن دونوں میں ترادف نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک میں ایک خاص ملحوظ ہے۔ جو اسے دوسرے سے ممتاز کرتا ہے۔

لفظ 'إنس' قرآن میں ہمیشہ 'جن' کے ساتھ تقابل کے طور پر آیا ہے۔ کسی بھی جگہ اس کی خلاف ورزی نہیں ہوئی ہے۔ تمام آیات میں 'جن' کے قسیم کی حیثیت سے اس کا استعمال ہوا ہے۔ ان مقامات کی تعداد ۱۸ ہے اس میں 'انسیت' کا پہلو ہے جو 'توحش' کی ضد ہے۔ 'جن' کے مقابل میں اسے بیان کرنے سے یہی مفہوم بصراحت معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ 'جن'

سے مختلف ہونے پر دلالت ہوتی ہے جو توحش کے مظاہر میں سے ہیں۔ یعنی ہماری جنس ان جنسوں سے ممتاز ہے جو مخفی، مجہول اور نامانوس ہیں اور ہماری زندگی کے قوانین کے تابع نہیں ہیں۔

رہا لفظ "انسان" تو معجزانہ بیان کی آیات کا استقراء کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی "انسانیت" کا مناط محض "انس" ہونا نہیں ہے بلکہ اس میں انسانیت دراصل مکلف ہونے کی اہلیت، بارِ امانت کا تحمل اور خیر و شر کی آزمائش کی منزل تک ارتقاء ہے۔ ۱۵

قرآن کریم میں لفظ "انسان" ۶۵ مقامات پر آیا ہے۔ جب ہم ان تمام آیات کے سیاق میں غور کرتے ہیں تو ہمیں "انسانیۃ" کی ممتاز دلالت کا اشارہ ملتا ہے

وہ اپنی عام جنس میں "انسی" ہے۔

"خلق الانسان من صلصال کالفخار، وخلق الجان من مارج من نار (الرحمٰن - ۱۴)

"ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمأ مسنون، والجان خلقناہ من قبل من نار السموم (الحجر - ۲۴)

لیکن اپنی "انسیۃ" کے ساتھ انسان مندرجہ ذیل خصوصیات کا بھی حامل ہے:

قرأت و علم: سورۃ العلق ۱-۵

بیان : الرحمٰن - ۳

مکلف ہونا : الدھر، النجم ۳۹، القیامہ ۱۴، الاسراء ۱۷

مجادلہ و خصومت: کہف ۵۴

۱۵ اس استقراء کی تفصیل کیلئے دیکھئے میری کتاب التفسیر البیانی للقرآن الکریم کا دوسرا حصہ

وصیت: لقمان ۱۴، العنکبوت ۱۸

مشقت کو برداشت کرنا: البلد ۴

اس بار امانت کو اٹھانے والا جسے اٹھانے سے آسمان، زمین اور پہاڑوں نے انکار کر دیا اور اس کے اٹھانے سے خوف محسوس کیا: الاحزاب ۷۲

آزمائش اور گمراہی سے دوچار ہونے والا: الفرقان ۴۴، ق ۱۶، الحشر ۱۶، الدھر ۲، ۳، الفجر ۱۵

غرور و استکبار کرنے والا اور اپنے خالق سے بے نیاز سمجھ کر گمراہ ہو جانے والا: العلق ۶

اسی طرح بکثرت مقامات پر قرآن انسان کو اس کا ضعف اور ناتوانی یاد دلاتا ہے تاکہ اس کا غرور ٹوٹے اور وہ اپنی حد سے تجاوز کر کے سرکشی نہ کرے کیونکہ اس بات کا گمان تھا کہ سرکشی اسے خالق کے انکار تک پہنچا دے اور اسے کھلا ہوا جھگڑالو بنا دے:

النحل ۴، مریم ۶۷، الانفطار ۶، حم السجدہ ۴۹، الزخرف ۱۵، عبس ۱۷، العادیات ۶ [۹]

النعمۃ اور النعیم:

دونوں الفاظ ایک مادہ سے ہیں اور دونوں اپنے مشترک مادے کی عام دلالت میں مشترک ہیں لغت کی کتابوں میں دونوں صیغوں میں کوئی فرق نہیں ملتا

---

[۹] تفصیل اور وضاحت کیلئے دیکھئے میری کتاب "مقال فی الانسان: دراسۃ قرآنیۃ" طبع المعارف ۱۹۶۹ء۔

اہل تفسیر 'نعیم' کی تفسیر ان تمام معانی سے کرتے ہیں جو اس مادہ کی لغوی دلالت میں پائے جاتے ہیں۔ [۱]

پورے قرآن میں جب ہم دونوں صیغوں کا استقراء کرتے ہیں تو دونوں کے معنی میں واضح فرق دیکھتے ہیں۔ 'نعمۃ' کا لفظ قرآن میں مختلف اقسام کی دنیوی نعمتوں کیلئے استعمال ہوا ہے۔ تمام مواقع استعمال میں (خواہ اس کا استعمال مفرد ہوا ہو یا جمع) ایسا ملتا ہے کہیں اس کے برخلاف نہیں ہے۔ ان کی تعداد ۱۴۵ ہے۔

لیکن 'نعیم' کا صیغہ قرآن میں اسلامی دلالت کے ساتھ آیا ہے۔ اس کا استعمال صرف آخرت کی نعمتوں کے ساتھ خاص ہے۔ ایسا تمام آیتوں میں ہے جن کی تعداد ۱۶ ہے۔

پندرہ آیتوں میں صریح لفظ کے ساتھ وارد ہے جنت کی نعمتوں کے علاوہ کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی

الواقعہ ۸۹: فأما إن كان من المقربين، فروح وريحان وجنة نعيم

المعارج ۳۸: أيطمع كل امرئ منهم أن يدخل جنة نعيم

المطففين ۲۲: إن الأبرار لفي نعيم، على الأرائك ينظرون، تعرف في وجوههم نضرة النعيم

الشعراء ۸۵: واجعلني من ورثة جنة النعيم

الدهر ۲۰: وجزاهم بما صبروا جنة وحريرا ... وإذا رأيت ثم رأيت نعيما وملكا كبيرا

---

[۱] دیکھئے تفسیر طبری اور تفسیر کبیر الرازی سورہ مطففین کا ۲

المائدة ۶۵: ولأدخلناهم جنات النعيم

یونس ۹: تجري من تحتهم الانهار في جنات النعيم

القلم ۳۴: إن للمتقين عند ربهم جنات النعيم

لقمان ۸: إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات لهم جنات النعيم

الطور ۱۷: إن المتقين في جنات النعيم

الحج ۵۶: الملك يومئذ لله، فالذين آمنوا وعملوا الصالحات في جنات النعيم

[ساتھ ہی دیکھئے آیات: الصافات ۴۳، الواقعہ ۱۲]

التوبہ ۲۹: وجنات لهم فيها نعيم مقيم

صرف سورۂ تکاثر کی آیت میں ان لوگوں کو خطاب کر کے جنھیں ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا کمانے کی دھن نے غفلت میں ڈال رکھا ہے۔ کہا گیا ہے:

"ثم لتسئلن يومئذ عن النعيم" (۸)

تمام آیات میں قرآن کے "نعیم" کے صیغے کو آخرت کی نعمتوں کے ساتھ خاص ...نے کے بعد ہم اس آیت کی وہ تفسیر نہیں کر سکتے جو ہمیں تفسیر کی کتابوں میں ملتی ہے ... وہ یہاں "نعیم" سے مراد دنیا کی نعمتیں نہیں لے سکتے۔ اس لیے کہ دنیا کی نعمتوں ...کے ...ن قرآن میں نعمۃ، نعماء اور نعم وغیرہ کے صیغے آئے ہیں۔ اس آیت میں ... زیب ہے کہ جن لوگوں کو دنیاوی اسباب کی زیادتی نے آخرت کیلئے زاد ... سے غافل رکھا ان لوگوں سے اس دن جب وہ جہنم دیکھ لیں گے (اور یقیناً اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے) یہ سوال کیا جائے گا کہ حقیقی نعمت (نعیم) کیا ... ور اس وقت انھیں اس "نعیم" کی حقیقت کے بارے میں علم الیقین حاصل ... گا جسے انھوں نے ضائع کر دیا اور دنیائے فانی کی نعمتوں پر ٹوٹے پڑے

سمجھا اور اس کے چند مخصوص اسباب کی کثرت نے انھیں اس سے غافل رکھا تھا۔

× × ×

یہاں میں ان شواہد کے پیش کرنے پر اکتفا کرتی ہوں جو ان محققین اہل لغت کے مسلک کی تائید کرتی ہیں جو دو الفاظ کے مترادف ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ الا یہ کہ دو لغتوں میں آئیں۔

"لیکن یہ کہ ایک ہی لغت میں یہ محال ہے کہ دو الفاظ مختلف ہوں اور ان کا معنی ایک ہو جیسا کہ بہت سے نحویین اور لغویین کو گمان ہوا انھوں نے اہل عرب کو ان کی حقیقت پر اور عادت کے مطابق جیسا کہ وہ معروف تھے بولتے ہوئے سنا۔ بولنے والوں کے نفوس میں ان کے مختلف معانی کا استحضار تھا لیکن سننے والے ان علتوں اور فرق کو نہ سمجھ سکے اور انھوں نے ان کے مترادف ہونے کا گمان کر لیا اور اہلِ عرب کے بارے میں ایسی بات کہہ دی جو صحیح نہ تھی" [۱۲]

× × ×

مجھے اعتراف ہے کہ میں قرآن کے بعض الفاظ (جو بظاہر مترادف معلوم ہوتے ہیں) کی دلالتوں میں فرق جاننے سے قاصر رہی ہوں۔ میں اپنی عاجزی اور جہالت کا پورا اعتراف کرتی ہوں اور ابن الاعرابی کے یہ الفاظ مستعار لیتی ہوں۔

"دو الفاظ جنھیں اہلِ عرب نے ایک معنی میں استعمال کیا ہے۔ انمیں سے ہر ایک میں ایسا معنی ہے جو دوسرے میں نہیں بسا اوقات ہمیں وہ معلوم ہو گیا ہے تو ہم نے بتلا دیا ہے اور کبھی ہم نہیں جان سکے ہیں تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ اہلِ عرب کو بھی وہ معلوم نہ تھے" [۱۳]

[۱۱] دیکھیے التفسیر البیانی کے پہلے حصے میں سورۃ التکاثر۔ طبع المعارف

[۱۲] ابو ہلال العسکری: الفروق اللغویہ ص ۱۲

[۱۳] ایضاً ص ۶۵